اُمتِ مسلمہ کے عروج وزوال کا اصل سبب

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہ

مکتبۃ الاسلام کراچی

اُمتِ مسلمہ

کے

عروج وزوال کا اصل سبب

اس میں قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں مسلمانوں
کی موجودہ پستی اور زوال کے حقیقی اسباب کی نشاندہی کی گئی ہے،
اور اس سے نکلنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

حضرت اقدس مفتی **عبدالرؤف سکھروی** صاحب دامت برکاتہم العالیہ
نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

ضبط وترتیب

مولانا محمد قاسم امیر ملتانی
متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی، مدرس جامعہ حمادیہ کراچی

ناشر

مکتبۃ الاسلام کراچی

باہتمام : شاہد محمود

مطبع : القادر پرنٹنگ پریس، کراچی

ناشر : مکتبۃ الاسلام کراچی

کورنگی اِنڈسٹریل ایریا، کراچی

فون : 021-5016664-65

موبائل : 0300-8245793

ملنے کے پتے

- اِدارۃُ المعارف، دارُالعلوم کراچی
- دارُالاِشاعت، اُردو بازار، کراچی
- ایچ ایم سعید، پاکستان چوک، کراچی
- مکتبہ زکریا، بنوری ٹاؤن، کراچی

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان

عنوان	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۵

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُمتِ مسلمہ

کے

عُروج وزوال کا اصل سبب

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم

امّا بعد!

میرے قابلِ احترام بزرگو! مجھے اس وقت حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ صاحب عارفیؒ کی ایک بات یاد آرہی ہے۔

حضرت عارفیؒ اور ان کی مجالس

حضرت عارفی رحمہ اللہ کراچی میں حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ کے خاص خلفاء میں سے تھے، حیدری میں نارتھ ناظم آباد ایچ بلاک میں حضرتؒ رہا کرتے تھے، وہاں ہر جمعہ کو عصر سے مغرب تک

حضرتؒ کا بیان ہوا کرتا تھا اور شہر بھر سے بلکہ دوسرے شہروں سے بھی لوگ حضرتؒ کی مجلس میں شریک ہونے کے لئے آیا کرتے تھے، مجھے بھی الحمدللہ اس کی توفیق ہوا کرتی تھی، پیر کے دن بھی حضرتؒ کے ہاں ایک مجلس ہوتی تھی لیکن وہ عام مجلس نہیں ہوتی تھی، بلکہ اس میں حضرتؒ کے خاص خاص مرید، حضرتؒ کے خلفاء، حضرتؒ سے خصوصی اصلاح کا تعلق رکھنے والوں اور علماء وطلبہ کے لئے بیان ہوتا تھا چنانچہ ہمارے دارالعلوم کراچی سے بھی الحمدللہ علماء کرام کی ایک جماعت پیر کے دن حاضر ہوا کرتی تھی اس میں بھی مجھے الحمد للہ حاضری نصیب ہوتی تھی۔ حضرتؒ نے بارہا اپنی مجالس میں فرمایا کہ بھئی میں باقاعدہ کوئی عالم نہیں ہوں لیکن میں نے حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ کی خدمت وصحبت اٹھائی ہے، ان کی خدمت میں میں نے ایک طویل عرصہ گزارا ہے اور ان کی زندگی سے، ان کے بیانات سے اور ان کے مواعظ سے چند اہم اور بنیادی باتیں حاصل کی ہیں بس وہی باتیں آپ لوگوں کے سامنے دہراتا رہتا ہوں اور جو باتیں حضرتؒ بیان کیا کرتے تھے وہ سب وہی باتیں ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں لیکن اس

لحاظ سے وہ بڑی اہم ہیں کہ ان کا تعلق ہمارے دورِ حاضر سے ہے، ان باتوں میں سے ایک بات خاص طور سے ہمارے حالات حاضرہ کے متعلق حضرتؒ بڑی کثرت سے بیان فرماتے تھے، آج میرے ذہن میں وہ آرہی ہے جی چاہتا ہے کہ آج وہی بات بیان کردی جائے۔

دستورِ خداوندی

اس بات کو بیان کرنے سے پہلے حضرتؒ ہی یہ ضابطہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہ دستور چلا آیا ہے کہ جیسا کروگے ویسا بھروگے، حضرتؒ اپنے الفاظ میں اس کی تعبیر ایکشن اور ری ایکشن سے کیا کرتے تھے کہ جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے ہی تمہارے حالات ہوں گے۔ جب سے دنیا چلی ہے جب تک دنیا چلتی رہے گی اللہ تعالیٰ کا یہ اٹل قانون ہے اور یہ بات بالکل واضح، بے غبار اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے لہٰذا حضرتؒ اس اصول کی روشنی میں اکثر حالاتِ حاضرہ کا ایک منظر پیش فرماتے اور پھر اس کے نتیجے میں جو کچھ پیش آرہا ہے اور پیش آتا رہتا ہے اور جن باتوں سے لوگوں کو سابقہ پیش آتا ہے اور اس میں مبتلا ہوتے ہیں اس کے اوپر حضرتؒ روشنی

ڈالتے اور کہتے کہ بھئی یہ حالات ہیں تو یہ ان کا انجام ہے لہٰذا ان حالات سے توبہ کرو تو تمہاری حالت بدل جائے گی۔

قوموں کے عروج وزوال کی اصل وجہ

چنانچہ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ''دیکھو! اس وقت امتِ مسلمہ چاہے پاکستان کے مسلمان ہوں، چاہے سعودی عرب کے ہوں، چاہے مصر کے ہوں، چاہے فلسطین کے ہوں، چاہے ہندوستان کے ہوں پوری مسلم اُمت کی کیا حالتِ زار ہے؟ ایک زمانہ تھا کہ امتِ مسلمہ پوری دنیا پر چھائی ہوئی تھی، دنیا میں ان کا طوطی بولتا تھا اور آج دنیا میں مسلمان پہلے سے کہیں زیادہ تعداد میں ہیں، مال ومتاع کے لحاظ سے بھی، جنگی سازوسامان کے لحاظ سے بھی، غرض ہر لحاظ سے زیادہ ہیں اس کے باوجود انتہائی کمزور، ذلیل وخوار، اور نااتفاقی کا شکار ہیں۔ ان میں بزدلی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، انتہائی ذلت اور خواری کی زندگی سے دوچار ہیں، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ دین پر مضبوطی سے چلنا دنیا میں سربلند ہونے کا نسخہ ہے اور قرآن وسنت کو پسِ پشت ڈالنا دنیا اور آخرت میں ذلت کا ذریعہ ہے، ذلت کا راستہ ہے۔

مسلمانوں کے اندر پائی جانے والی چند عام خرابیاں

اب ہماری حالت یہ ہے کہ بس صرف ہمارے نام مسلمانوں جیسے ہیں اور کہیں تو یہ بھی نہیں ہے چنانچہ بعض ملکوں میں مسلمانوں کے نام بھی اسلامی نہیں رہے، جب نام بھی اسلامی نہ رہا تو دین کا کیا حال ہوگا۔ اکثر ایسا ہے کہ بس مسلمانوں کے نام ہیں تھوڑی بہت مسلمانوں کی سی شکل وصورت ہے لیکن اور کوئی دین کی بات ان کے اندر نہیں ہے بلکہ ان کے اندر دین سے ہٹ کر باتیں نہ صرف پائی جاتی ہیں بلکہ مسلمان ان کے عادی ہو گئے ہیں۔ ایسے چند گناہ درج ذیل ہیں:

ا۔ بے پردگی

مثلاً عورتوں کا بے پردہ رہنا، بے پردگی مسلمان عورتوں کا طریقہ نہیں ہے لیکن اب شرعی پردہ کرنے والی عورتیں دنیا میں کتنی ہیں؟ پوری دنیا میں بھی ان کی تعداد اتنی کم ہوگی کہ بے پردہ عورتوں کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہیں اور صرف بے پردہ ہونے پر بس نہیں بلکہ لباس بھی باریک یا ناقص، ناتمام اور نیم برہنہ، نیم عُریاں

لباس میں ملبوس مسلمان عورتیں دنیا کے اندر بکثرت موجود ہیں ہر جگہ بے پردگی کا ایک سیلاب ہے اور اس کے نتیجے میں بدنگاہی کا ایک سیلاب ہے، بدکاری کا سیلاب ہے، بے شمار جنسی گناہوں کا ایک طوفان ہے جو دنیا کے اندر پھیلا ہوا ہے۔

۲۔ تصویر کشی

دوسری طرف تصویر کشی اتنی ہے کہ حدوشمار از بیان سے باہر ہے، ہر جگہ مردوں کی، عورتوں کی تصاویر کھینچنا، کھنچوانا، آویزاں کرنا، اشتہارات میں اس کا استعمال کرنا آسمان سے باتیں کر رہا ہے اور تصویر کشی کا سیلاب ہے اور روز بروز فحش سے فحش، گندی سے گندی، بے شرمی، بے حیائی کی تصویریں پھیلتی چلی جارہی ہیں، اپنے ملک میں ہم دیکھ لیں کہ کتنا اس میں زمین وآسمان کا فرق پڑ گیا ہے، پہلے تصویریں کیسی ہوتی تھیں؟ اور اب چوراہوں پر کیسی تصویریں ہیں اور کس جگہ نہیں ہیں؟ اخبارات دیکھو تو رنگین تصویروں سے بھرے ہوئے ہیں، مصنوعات تمام تصاویر سے بھری ہوئی ہیں، ملبوسات تصویروں

سے بھرے ہوئے ہیں، کھانے پینے کی چیزوں کے پیکٹ تصویروں سے بھرے ہوئے ہیں، کتابیں تصویروں سے بھری ہوئی ہیں، آفس، دکانیں اور بازار تصاویر سے بھرے ہوئے ہیں، چوراہوں پر بڑی بڑی مردوں کی، عورتوں کی، بچوں کی، بوڑھوں کی تصاویر لگی ہوئی ہیں، ہر جگہ جانداروں کی تصاویر ہی تصاویر ہیں، جبکہ تصاویر کھینچنا کھینچوانا، بنانا، بنوانا یہ سب حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، سخت عذاب کا باعث ہے اور موجبِ لعنت اور باعثِ لعنت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ الْمُصَوِّرُوْنَ

(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۳۸۵)

ترجمہ

''تصویریں بنانے والے لوگ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں گے۔''

۳۔ معاملات میں بددیانتی

اسی طرح مردوں کا ڈاڑھی مونڈوانا اور مردوں کا اپنی شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنا یہ گناہ اتنا عام ہوگیا ہے کہ پوری دنیا کے اندر پھیلا

ہوا ہے ،اور کم تولنا ،کم ناپنا ،دھوکہ دینا یہ ہماری تجارت کا تاج بنا ہوا ہے ،اللہ بچائے کہ آج ہماری تجارت میں یہ بات باعثِ فخر و کمال سمجھی جاتی ہے کہ جو سب سے زیادہ جھوٹ بولنا جانتا ہو، دھوکہ دینا جانتا ہو، کم تولنے اور کم ناپنے کا ماہر ہو وہ بڑا عقل مند، تجربہ کار، اور ہوشیار مانا جاتا ہے اور جو سچ بولتا ہو، صحیح صحیح تولتا ہو وہ بُدھو اور بے وقوف کہلاتا ہے یعنی جو صحیح کاروبار کرے، شریعت کے مطابق کاروبار کرے وہ تو دقیانوس، پاگل اور بے وقوف ہے اور جو دھوکہ دے، جیب کاٹ لے، کم تولے، کم ناپے ، ملاوٹ کرے اور دو نمبر کی چیز کو ایک نمبر کہہ کر بیچے ،تو یہ بہت ہوشیار ہے ،اور یہ جانتا ہے کہ مارکیٹ کس طرح چلتی ہے اور کاروبار کس طرح ہوتا ہے یعنی جو گناہ تھا وہ خوبی بن گیا اور جو خوبی تھی وہ گناہ بن گئی ۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۴۔سود اور دیگر ناجائز ذرائعِ آمدنی

سود خوری کتنی عام ہو چکی ہے کہ اب یہ معاملہ ''کریلا نیم چڑھے'' کا مصداق ہو گیا ہے ،اور وہ اس طرح کہ سود کی ایک اسکیم انعامی بانڈز کی ہے اور اس انعامی بانڈ میں ایک پرچیوں کا کاروبار ہوتا

ہے، یہ پرچیوں کا کاروبار آج کل اتنا بڑھ گیا ہے کہ جس شہر میں جاؤ وہاں لوگ یہ کہتے ہیں کہ بھئی پرچیوں نے تو پوری مارکیٹ کو ٹھنڈا کر دیا ہے،لوگ نہ دوکان پر بیٹھتے ہیں، نہ ملازمت کرتے ہیں بس پرچیوں سے کھیل رہے ہیں، دس دس روپے، بیس بیس روپے، پچاس پچاس روپے اور سوسو روپے کی پرچیاں لے لیں، اب اگر پچاس روپے میں دس لاکھ کا انعام لگ گیا تو پانچ سال کا انتظام ہو گیا اور اگر نہ نکلا تو صرف پچاس ہی گئے اور آئے تو پانچ لاکھ یا دس لاکھ آ گئے۔

پرچی کے کاروبار میں جوا کیسے پایا جاتا ہے؟

اب یہ پرچیوں کا کاروبار اتنا بڑھ گیا ہے کہ الامان والحفیظ، اس پرچی کے اندر جوا پایا جاتا ہے کیونکہ جوا اسے کہتے ہیں آدمی ایک موہوم نفع کے لئے یعنی ایک ایسا نفع جو شاید ملے یا نہ ملے،اس کے حاصل کرنے کے لئے اپنے پیسے داؤ پر لگا دے اسے جوا کہتے ہیں، اسے قمار کہتے ہیں، پرچی میں یہی ہوتا ہے کہ اس کے اندر خالی انعامی بانڈز کے نمبر ہوتے ہیں جو دس دس روپے میں بک رہے ہیں کسی نے دو، چار یا دس بیس، یا سو پچاس لے لئے اور یہ انعامی بانڈز کی پرچیاں

لے کراس نے اپنے پیسے داؤ پر لگائے ہیں کہ اگر قرعہ اندازی میں اس کی پرچی والا نمبر آ گیا تب تو دس کے دس ہزار ہو جائیں گے، نہیں تو دس بھی گئے، یہ خالص جوا ہے اور جو اصل انعامی بانڈ ہے وہ سودی ہے، اس میں جو انعام ملتا ہے وہ سود ہوتا ہے لہذا اصل انعامی بانڈ ہی کو خریدنا انعام کے واسطے جائز نہیں۔ اور اس انعامی بانڈز کی قرعہ اندازی مہینے میں دو دفعہ ہوتی ہے اور لوگ وہ دو راتیں جاگ کر گزارتے ہیں، اکتیس یا تیس تاریخ اور ایک پندرہ تاریخ کہ بھئی ان میں قرعہ اندازی ہوتی ہے، اللہ بچائے۔ اس طرح سود کا کاروبار پوری امتِ مسلمہ کو گھیرے ہوئے ہے، یاد رکھیئے! صرف پاکستان کی بات نہیں ہے پوری امتِ مسلمہ کا یہ حال ہے۔ ہر ملک میں سودی نظام چھایا ہوا ہے۔ اب اسلامی نظامِ معیشت آرہا ہے لیکن اس کی رفتار چیونٹی کی رفتار کی طرح ہے اس کے راستے میں بے شمار رکاوٹیں ہیں، اللہ تعالیٰ سب رکاوٹیں دور فرمائیں اور اسلامی نظامِ معیشت کو سو فیصد کامیاب فرمائیں۔ آمین

رشوت کی گرم بازاری

اسی طرح اب رشوت اتنی ہے کہ حکومت میں نیچے سے لے کر

اوپر تک گویا کہ ہر فائل کے نیچے رشوت کے پہیے لگے ہوئے ہیں، اگر آپ نے رشوت دی تو فائل چلتی ہے نہیں تو وہ رک جاتی ہے۔ اگر آپ نے خدانخواستہ رشوت دی ہے تو آپ کی غیر قانونی سرگرمیوں کے سدِّ باب اور روک تھام کے لئے کوئی قانون نہیں ہے، سب کچھ ٹھیک ہے، جعلی بھی اصلی ہے، نقلی بھی صحیح ہے، سب کچھ صحیح ہے اور اگر واقعۃً قانون کے مطابق سب کچھ صحیح ہے اور رشوت نہیں ہے تو کچھ بھی صحیح نہیں ہے۔ تو سارا قانون نیچے سے اوپر تک بس رشوت سے وابستہ ہے، عدالتوں میں دیکھو، تھانوں اور جیلوں کا حال دیکھو، ظلم و ستم ہی ظلم و ستم ہے، انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ جہاں انصاف ملا کرتا تھا وہاں سے ظلم و ستم تقسیم ہوتا ہے۔

گناہ کی خاصیت اور وبال

جتنے بھی کبائر ہیں، جتنے بھی بڑے بڑے گناہ ہیں سارے ہی عام ہو چکے ہیں جبکہ ہر گناہ کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے دنیا میں بھی مصیبتیں، تکلیفیں، پریشانیاں، آفتیں، اور نا اتفاقی، بزدلی، بے حمیتی،

بے عزتی، عیاشی، فحاشی، بے سکونی و بے قراری آتی ہے[1] اور آخرت میں بھی مصیبتوں، تکلیفوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

حضرت عارفیؒ کا حالاتِ حاضرہ پر ایک تبصرہ

حضرت عارفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کا بہت تفصیل سے حالاتِ حاضرہ پر ایک تبصرہ فرما کر کہتے ہیں کہ بھئی یہ تو ہمارے حالات ہیں اب کہاں سے ہمیں عزت ملے، کہاں سے ہمیں سکون ملے، کہاں سے ہماری مہنگائی دور ہو، کہاں سے ہمیں راحت ملے، کہاں سے گھر کے اندر راحت نصیب ہو، میاں بیوی، اولاد اور ماں باپ کے باہمی تعلقات کیسے خوشگوار ہوں، عزیز واقارب کے درمیان اتفاق اور اتحاد کیسے ہو، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی، خیر خواہی اور مدد و نصرت کیسے ہو، اور کیسے دنیا کے اندر مسلمان سر بلند ہوں؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے، یہ تو نہیں ہوسکتا کیونکہ جیسے ہمارے اعمال ہیں ویسا ہی ہمارا انجام ہے بلکہ ہمیں تو ان حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہ شکر ادا کرنا چاہئے کہ

---

[1] جیسا کہ اللہ پاک نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ ...... الآیۃ (سورۃ الروم: آیت ۴۱)

جیسے ہمارے حالات ہیں ویسی ہمارے اوپر مصیبتیں نہیں ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک انداز ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے:

"وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ" الآیۃ (الشوریٰ: ۳۰)

ترجمہ:

"جو بھی تمہارے اوپر مصیبتیں پیش آتی ہیں وہ تمہارے اپنے اعمال کے نتیجے میں پیش آتی ہیں اور بہت سے گناہ تو اللہ تعالیٰ خود ہی معاف کرتے رہتے ہیں"

معاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی رحمت سے تمہارے بہت سے گناہوں کو از خود ہی معاف کر کے اس کا وبال بھی تم کو نہیں دیتے ورنہ اگر ہر ہر گناہ کا پورا پورا وبال تمہارے اوپر ڈال دیں تو تم ایک دن کے لئے بھی نہ کھا سکو، نہ پی سکو، نہ سو سکو، نہ جی سکو، کچھ بھی نہ کر سکو، ذرا سی دیر میں ختم کر دیئے جاؤ۔ اتنے گناہ کرنے کے باوجود جو ہم زندہ ہیں، کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں، چل رہے ہیں، پھر

رہے ہیں آ رہے ہیں، جا رہے ہیں، رہ رہے ہیں، سو رہے ہیں، یہ محض اللہ تعالیٰ کی رحمت کے صدقے ہے ورنہ ہمارے اعمال تو ایسے ہیں کہ وہ ہمیں کب کا ختم کر دیتے۔

قصصِ قرآنیہ کی حکمت

حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے تھے کہ بھئی یہ دنیا جب سے چلی ہے جب سے اللہ تعالیٰ کا یہ قانون چل رہا ہے اس پر مجھے بنی اسرائیل کا قصہ یاد آ گیا جو اللہ پاک نے قرآن شریف میں ذکر فرمایا ہے اور اللہ پاک نے قرآن پاک میں بنی اسرائیل کے بہت سے قصے بیان فرمائے ہیں، ان قصوں کو بیان کرنے کا مقصد تاریخ بتلانا نہیں، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اگلوں کے حالات سے پچھلے والے عبرت لیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَاب.

(سورہ یوسف: ۱۱۱)

ترجمہ

''البتہ تحقیق ان کے قصوں میں عقل والوں کے

لئے عبرت ہے''۔

مطلب یہ کہ پہلی قومیں جن گناہوں کی وجہ سے تباہ ہوئیں یہ ان سے بچیں، اور جب وہ ان گناہوں سے بچیں اور دوبارہ ان کے حالات بہتر ہوئے تو بعد میں آنے والے ان بدلے ہوئے حالات سے سبق لیں اور اپنے حالات بدل کر کے خود بھی دنیا میں عافیت اور سلامتی حاصل کریں۔

بنی اسرائیل کے بعض انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ

یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں، جب ان کا وصال ہوگیا تو ان کے وصال کے بعد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ان کے قائم مقام اور خلیفہ بنے ان کے بعد پھر حضرت کالب ان کے نائب اور خلیفہ بنے، پھر حضرت حزقیل علیہ السلام ان کے قائمقام اور خلیفہ بنے پھر حضرت اَلْیَسَع علیہ السلام، یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں جو یکے بعد دیگرے آتے رہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو نافذ کرتے رہے اور بنی اسرائیل کو اس کے اوپر چلاتے رہے۔ حضرت الیسع علیہ

السلام کے بعد پھر بنی اسرائیل میں کوئی نبی نہیں آیا۔

بنی اسرائیل کی بت پرستی کا انجام

اس زمانے میں بنی اسرائیل بت پرستی میں مبتلا ہو گئے، دیکھو جب تک بنی اسرائیل بت پرستی سے دور رہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر چلتے رہے، دنیا میں سربلند رہے اس کے بعد جب انہوں نے دین کو چھوڑ دیا اور بت پرستی اختیار کر لی، شرک میں مبتلا ہو گئے تو اس کے فوراً بعد ان کا کیا انجام ہوا؟ اس زمانے میں فلسطین کے اندر قومِ عمالقہ آباد تھی جس کا بادشاہ جالوت تھا، اس نے بنی اسرائیل پر حملہ کر دیا اور جتنے بھی شہزادے تھے ان سب کو قید کر لیا اور ہزاروں کو قتل کیا، عورتوں کو قید کیا مردوں کے اوپر جزیہ اور ٹیکس لگا دیا، سب کو اپنا غلام اور باندی بنا لیا، غور کیجئے! کیسی ذلت ان کا مقدر بنی کہ حکومت و سلطنت بھی ہاتھ سے گئی اور عزت بھی گئی، مزید یہ کہ ٹیکس بھی لگ گیا جو ان کو بادلِ نخواستہ دینا پڑتا تھا اور وطن سے بھی جلا وطن کر دیا گیا، ان کے اصلی وطن پر قومِ عمالقہ نے قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ بھی ہمارے لئے باعثِ عبرت ہے کہ جب تک وہ دین پر چلتے رہے، دنیا میں سربلند

رہے اور جب دین کو چھوڑا تو دشمن اور کافران پر مسلط ہو گئے اور ان کو اپنا غلام بنالیا اور وہ ذلت وخواری میں مبتلا ہو گئے ۔

حضرت شمویل علیہ السلام اور ان کی دعا

اس وقت بنی اسرائیل کے اندر حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں ایک عورت تھی وہ حمل سے تھی اور امید سے تھی جب اس کے ہاں اولاد ہوئی تو ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے شمویل رکھا، شمویل جب بڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنایا اور یہ دوبارہ بنی اسرائیل کے اندر نبی بنا کر بھیجے گئے[۱] اور انہوں نے بنی اسرائیل کو کہا کہ دیکھو تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو چھوڑا، بت پرستی اختیار کر لی، شرک میں مبتلا ہو گئے اس طرح تم دنیا میں تباہ اور ذلیل و خوار ہو گئے، لہٰذا تم اس سے توبہ کرو تا کہ تم کو عزت اور سر بلندی ملے اور تم اس ظالم قوم کے ظلم وستم سے نجات پاؤ، وہ سب حضرت شمویل علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور بت پرستی سے توبہ کی اور سچے دل سے تائب ہو گئے اور حضرت شمویل علیہ السلام سے درخواست کی کہ

---

[۱] قصص القرآن للسیوہارویؒ ج۲ ص ۳۷، روح المعانی ج۲ ص ۱۶۵ ۔

''حضرت !اب ہم مسلمان ہو گئے ہیں لہٰذا اب اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کیجئے کہ کوئی بادشاہ اللہ تعالیٰ ہم پر مقرر کر دیں تا کہ ہم اس کی سربراہی میں اپنے دشمن سے لڑیں''۔

دیکھو!اب ان کے وقت کے نبی کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی وجہ سے سربلندی شروع ہو رہی ہے، کامیابی کا راستہ اختیار کر رہے ہیں تو کامیابی آرہی ہے، دین اختیار کر رہے ہیں تو صلاح وفلاح کے دروازے کھل رہے ہیں۔ حضرت شمویل علیہ السلام نے دعا کرنے سے پہلے ان سے یہ فرمایا کہ بھئی! پہلے یہ بتاؤ کہ ایسا تو نہیں ہو گا کہ میں تمہارے لئے دعا کروں اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کر دیں پھر تم اس کی سربراہی میں جہاد کرنے سے انکار کر دو، اس لئے کہ بنی اسرائیل کی یہ بھی بدترین خصلت تھی کہ آج کچھ کہا کل کچھ کہا، آج وعدہ کیا کل پھر گئے۔ زبان کے اتنے کچے تھے کہ الامان والحفیظ، حضرت شمویل علیہ السلام ان کا مزاج جانتے تھے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی بارہا وعدہ کر کے پھر چکے ہیں، اس لئے انہوں نے پوچھ لیا تو ان کے جواب میں انہوں نے کہا کہ یہ کیسے

ہوسکتا ہے کہ ہم خود آپ سے دعا کروائیں اور دعا کروانے کے بعد جب اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کسی کو سربراہ مقرر کردیں تو پھر ہم اس کے ساتھ جہاد نہ کریں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم گھر سے بے گھر ہیں، وطن سے بے وطن ہیں، ہم اپنے بیوی بچوں سے جدا ہیں، ہم تو ہر طرح مصیبت میں آئے ہوئے ہیں اس لئے آپ بالکل مطمئن رہیں، ہم ضرور بالضرور لڑیں گے۔اس کے بعد حضرت شمویل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! یہ آپ سے کسی بادشاہ کے مقرر کرنے کی درخواست کررہے ہیں، آپ ان پر کسی کو بادشاہ مقرر کردیجئے، اور اس زمانے تک نبی الگ ہوا کرتے تھے اور بادشاہ الگ ہوا کرتے تھے جیسا کہ اس واقعہ سے آپ کو اندازہ ہوگا، انشاءاللہ تعالیٰ۔

حضرت طالوت کو بادشاہ بنا دیا گیا

حضرت شمویل علیہ السلام کی دعا سے اللہ پاک نے بنی اسرائیل میں سے ایک شخص حضرت طالوت کو ان کا بادشاہ مقرر کردیا لیکن بنی اسرائیل نے حضرت طالوت کا نام سنتے ہی ان کے بادشاہ ماننے سے انکار کردیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ طالوت ہمارا بادشاہ ہو، بھلا

یہ کون ہوتا ہے ہم پر حکم شاہی چلانے والا، اور وجہ یہ بتائی جیسا کہ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ ایک تو یہ قلاش آدمی ہے، اس کو مالی وسعت حاصل نہیں ہے، اس کے پاس کوئی پائی پیسہ نہیں ہے اور فقیر آدمی کیا سلطنت چلاسکتا ہے، لکھ پتی، کروڑ پتی ہوتو کچھ اپنے پیسے سے چلائے، کچھ قوم کی جیب کاٹ کر چلائے جیسے آج کل ہوتا ہے اللہ بچائے۔ دوسری وجہ یہ بیان کی کہ یہ تو رنگریز اور دھوبی کا بیٹا ہے اور ہم بادشاہوں کے بیٹے ہیں، ہم عزت دار لوگ ہیں، یہ ہمارا بادشاہ کیسے ہوسکتا ہے؟ حضرت شمویل علیہ السلام نے کہا: کم بختوں، نالائقوں! بادشاہ بنانا یا نہ بنانا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے، وہ جس کو چاہے بادشاہ بنادے، تم کون ہوتے ہو بیچ میں بولنے والے، دنیا اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے وہ اپنی دنیا کی سلطنت جس کو چاہیں عطا فرمائیں۔ دوسرا یہ کہ ان کے اندر دو خوبیاں ایسی ہیں جو تمہارے اندر نہیں ہیں ایک تو اللہ پاک نے ان کو علم عطا فرمایا ہے، وہ حافظِ توریت ہیں اور تمہیں توریت کی خبر ہی نہیں۔ دوسرا یہ کہ جسمانی طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی امتیازی شان عطا فرمائی ہے کہ دور سے ہی سب سے الگ اور ممتاز نظر

آتے ہیں، دشمن دیکھتے ہی ان سے مرعوب ہو جاتا ہے، وہ بڑے ڈیل ڈول والے اور قد آور ہیں، نہایت حسین و جمیل ہیں، ان کے چہرے مہرے سے ہی بادشاہت ٹپکتی ہے مگر یہ بڑی کٹ حجت اور اُجڈ قوم تھی اللہ بچائے، اس لئے انہوں نے کہا کہ ہم ایسے ان کو اپنا بادشاہ نہیں مانتے، ہاں! اگر اللہ تعالیٰ اپنی کوئی نشانی دکھادیں کہ واقعی اللہ پاک نے ان کو ہم پر بادشاہ مقرر کیا ہے تب ہم مانیں گے اس کے بغیر ہم نہیں مان سکتے، پہلے وعدہ کیا تھا اور اب یہ حال ہے، اللہ بچائے۔

حضرت طالوت کی صداقت کی نشانی

حضرت شمویل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! اس قوم کا حال تو آپ کو معلوم ہے، لہٰذا مہربانی فرما کر ان کے واسطے کوئی نشانی دکھا دیجئے، اور ان ہی سے پوچھ لیا کہ تم کیا نشانی دیکھو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارا تابوت قومِ عمالقہ چھین کر لے گئے ہیں، وہ تابوت فرشتے ہمارے سامنے آسمان سے اُتار کر رکھیں، تب مانیں گے کہ اللہ پاک نے ان کو ہمارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔

بنی اسرائیل کا تابوت

اب یہ تابوت کیا ہے؟ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی فرمایا ہے یہ تابوت [1] اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر اتارا تھا اور یہ تقریباً تین گز لمبا اور دو گز چوڑا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اور کچھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس میں تصویریں تھیں، یہ تمام تصاویر ریشمی رومالوں پر بنی ہوئی تھیں اور ایسی تھیں جیسا کہ اصل ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ تابوت آسمان سے اس لئے اتارا تھا تا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دکھائیں کہ آپ کی اولاد میں یہ یہ میرے نبی ہیں اور پچھلی شریعتوں میں تصویر کشی حلال تھی، حرام نہیں تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں تصویر کشی حرام ہوگئی، پچھلی امتوں کے اندر آپ چاہے اپنا مجسمہ بنوالیں اور چاہو تو اپنا فوٹو کھنچوالیں، یہ سب جائز تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں یہ حرام اور ناجائز ہے اس لئے یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ اللہ پاک نے یہ تصویریں کیسے اتار دیں؟ یہ تابوت حضرت آدم علیہ السلام

---

[1] روح المعانی، ج ۲: ص ۱۶۸۔

کے پاس سے ہوتا ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور وہاں سے حضرت الیسع علیہ السلام کے پاس آیا اور اس وقت سے بنی اسرائیل کے پاس تھا اس میں مزید کچھ تبرکات بھی تھے، ان تبرکات میں سے ایک تبرک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء بھی تھا جس کو وہ زمین پر ڈالتے تھے تو وہ سانپ بن جاتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نعلین مبارک بھی اس کے اندر تھے، حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ بھی اس میں تھا، اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے لئے کوہِ طور پر توریت لینے کے لئے گئے تھے اس عرصے میں بنی اسرائیل گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو اپنی قوم کو گوسالہ پرستی کرتے دیکھ کر انہیں بہت غصہ آیا انہوں نے جلدی سے توریت کی تختیاں سر پر سے نیچے اتار کر رکھیں تو وہ ٹوٹ گئی تھیں، وہ تختیاں بھی اس تابوت کے اندر محفوظ تھیں۔[1] اتنی بابرکت چیزوں کی وجہ سے بنی اسرائیل اس تابوت کو بڑا ہی محترم اور مقدس سمجھتے تھے اور اس کی وجہ سے ان کا دل بڑا بندھا رہتا تھا اور جب کبھی وہ دشمن سے

---

[1] التفسیر للعلامہ ابن کثیر: ص ۴۲۴، روح المعانی ج۲ ص ۱۶۹

لڑتے تھے تو اس کو اپنے لشکر کے آگے رکھتے تھے بعض تفسیری روایات میں یہ بھی ہے کہ فرشتے اس تابوت کو ان کے سامنے لٹکائے رکھتے تھے اور پھر یہ دشمن پر حملہ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس تابوت کی برکت سے ان کو فتح ہوتی تھی، یہ ہے اس تابوت کی حقیقت۔ لیکن جب قومِ عمالقہ نے ان پر حملہ کیا تو وہ یہ تابوت ان سے چھین کر لے گئے اور وہ تو کافر لوگ تھے اس لئے ان کے دل میں اس کی کیا عظمت ہوتی، انہوں نے اس کو پیشاب پائخانے کی جگہ میں پھینکا ہوا تھا۔

بنی اسرائیل کا تابوت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں

یہاں یہ بات بھی میں دلچسپی کے لئے عرض کردوں کہ یہ تابوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک بھی رہا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عیسائیوں کے علاقے میں گئے اور وہاں کسی پادری نے ان کو یہ تابوت کھول کر دکھایا، اس میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی تصویریں بھی دکھائیں اور آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بھی دکھائی تو وہ دیکھنے والے صحابی کہتے ہیں کہ

میں نے قسم کھا کر کہا کہ واقعی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی تھے اور پھر انہوں نے آ کر یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کو سنایا۔ پھر اس کے بعد وہ تابوت کہاں گیا یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

بنی اسرائیل کے مطالبے کی تکمیل

خیر! بنی اسرائیل نے حضرت طالوت کو اپنا بادشاہ ماننے کے لئے تابوت لانے کا مطالبہ کیا اور حضرت شمویل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا عجیب انتظام فرمایا کہ قوم عمالقہ طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوگئی، ان کے اندر قسمہا قسم کی بیماریاں پھیلنے لگیں، حالت یہ ہوئی کہ جہاں جائیں وہیں ذلیل وتباہ، جس طرف رخ کریں ادھر ہی مصیبت کا سامنا ہوتا تھا، آخرکار انہوں نے کہا کہ یہ ساری مصیبت ہمارے اوپر کیوں آ رہی ہے؟ غور کرنے سے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ہو نہ ہو یہ ساری مصیبتیں اس تابوت کی وجہ سے ہیں، اسے یہاں سے جلدی سے نکالو۔

اب انہوں نے ایک بیل گاڑی میں تابوت رکھا اور یہ سوچا کہ اس کے ساتھ جانا بھی خطرے سے خالی نہیں، لہٰذا بیل گاڑی ہی

لے جائے تو ٹھیک ہے چنانچہ بیل گاڑی میں تابوت رکھا اور بنی اسرائیل جدھر آباد تھے دونوں بیلوں کو ادھر ہنکا دیا، کچھ دور وہ بیل چلتے رہے پھر ملائکہ نے وہ تابوت بیل گاڑی سے اٹھایا اور جہاں بنی اسرائیل ٹھہرے ہوئے تھے اور ان کے اور حضرت طالوت کے سامنے رکھ دیا تب انہوں نے اقرار کیا کہ ہاں بھئی! اب بات سمجھ میں آ گئی کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہمارے بادشاہ مقرر ہوئے ہیں اور پھر انہوں حضرت طالوت کو اپنا بادشاہ مان لیا اور ماننے کے بعد اب ان کی سربراہی میں جہاد کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

قومِ عمالقہ سے جہاد کی تیاری

حضرت طالوت نے حضرت شمویل علیہ السلام کے مشورے سے بنی اسرائیل کے ستر (۷۰,۰۰۰) ہزار نوجوان جہاد کے لئے منتخب کئے تا کہ ان کو لے جا کر قومِ عمالقہ سے جہاد کر کے اپنے وطن کو آزاد کرائیں اور اپنی قوم کو دوبارہ وہاں پر آباد کریں اور اپنی کھوئی ہوئی آزادی اور عزت دوبارہ حاصل کریں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی جہاد میں شرکت

حضرت شمویل علیہ السلام کو بذریعہ وحی اللہ پاک نے یہ بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص کے غالباً تیرہ بیٹے ہیں ان میں سے سب سے چھوٹے بیٹے کا نام داؤد ہے، وہ اس مقابلے میں جالوت کو قتل کریں گے لہٰذا ان کو بھی ساتھ لے لیا جائے، چنانچہ حضرت شمویل علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کے والد صاحب کو کہلا بھیجا کہ اپنے سب سے چھوٹے بیٹے حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی لے کر آنا کیونکہ ان کو بھی جہاد میں شریک کرنا ہے، اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام بالکل نوعمر تھے اور پہاڑ کے دامن میں بکریاں چرا رہے تھے، دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، اس لئے کہ اس کی وجہ سے نبیوں میں صبر وتحمل کی پوری پوری عادت اور خصلت پیدا ہوتی ہے، کیونکہ پھر قوم کی رہنمائی کرنے میں بڑے جاں سوز واقعات پیش آتے ہیں، اور صبر آزما حالات سے گذرنا پڑتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق مفسرین نے لکھا ہے کہ جب یہ اُس پہاڑ کے دامن سے جانے لگے اور جہاد میں شریک ہونے

کے لئے آنے لگے تو یکے بعد دیگرے تین پتھر ان سے ہم کلام ہوئے، ایک پتھر نے کہا کہ حضرت! میں حجرِ موسیٰ ہوں؟ آپ مجھے ساتھ لے لیجئے، دوسرے نے کہا کہ میں حجرِ ہارون ہوں آپ مجھے ساتھ لے لیجئے، تیسرے نے کہا کہ میں وہ پتھر ہوں جس سے آپ جالوت کا خاتمہ کریں گے آپ مجھے لے لیجئے میں آپ کے کام آؤں گا۔ انہوں نے تینوں پتھر اپنی چھولی میں رکھ لئے اور سیدھے اپنے والد صاحب کے پاس آئے اور ان کے والد صاحب ان کو لے کر حضرت شمویل علیہ السلام کے پاس پہنچے اور پھر یہ پورا لشکر دشمن سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔

لشکریوں کا امتحان

گرمیوں کا زمانہ تھا، لُو چل رہی تھی۔ حضرت طالوت کی سربراہی اور حضرت شمویل علیہ السلام کی ہمراہی میں یہ ستر (۷۰,۰۰۰) ہزار کا لشکر روانہ ہوا اور جب راستے میں ان کو پیاس لگی تو لوگوں نے حضرت شمویل علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضرت! گرمی ہے، پیاس لگی ہوئی ہے پانی کا کوئی بندوبست فرمایئے، آپ کے حکم سے حضرت طالوت نے لشکر میں یہ اعلان کیا:

إِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّى وَمَنْ لَّمْ يُطْعِمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّى إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ. (البقرة: ٢٤٩)

ترجمہ

'' اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان کریں گے ایک نہر سے (جو راستے میں آئے گی اور سخت پیاس کی حالت میں تم اس پر گزرو گے) لہٰذا جو شخص اس سے (افراط کے ساتھ) پانی پئے گا وہ تو میرے ساتھیوں میں نہیں، اور جو اس کو زبان پر بھی نہ رکھے (اور اصل حکم یہی ہے) وہ میرے ساتھیوں میں ہے، لیکن جو شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے (تو اتنی رخصت واجازت ہے)''

مطلب یہ کہ حضرت طالوت نے اعلان کیا کہ بھئی! پانی آگے آنے والا ہے تم سب لوگ ایک نہر کو پار کرو گے اور اس سے پار ہو کر دشمن سے لڑنے کے لئے میدان میں اترو گے لیکن تم سب کا امتحان اس

نہر کے پاس ہوگا اور وہ امتحان یہ ہے کہ جو اس میں سے پانی نہیں پیئے گا وہ کامیاب ہوگا اور وہ دشمن سے مقابلہ کر سکے گا اور جو پیٹ بھر کر پانی پیئے گا وہ شکست کھا جائے گا اور اس کے اندر دشمن سے لڑنے کی طاقت نہیں رہے گی اِلاّ یہ کہ وہ ایک آدھ چُلّو پی لے تو اس کی گنجائش ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

انسانی زندگی میں امتحانات اور آزمائشیں

بات یہ ہے کہ یہ امتحانات بھی ہمارے لئے سبق ہیں، یاد رکھیئے! انسان کی پوری زندگی میں جگہ جگہ اور قدم قدم پر امتحانات آتے ہیں اور اس کی آسان علامت یہ ہے کہ دنیا میں ہر جگہ جائز و ناجائز، نیکی وبدی، حرام و حلال، اچھائی و برائی ہوتی ہے، در حقیقت یہ امتحانات ہیں، بس جو امتحان کے موقع پر نیکی اختیار کر لے، گناہ سے بچ جائے، اللہ تعالیٰ کا حکم مان لے، اپنی طبیعت کا، معاشرے کا اور ماحول کا تقاضہ مسترد کر دے وہ پاس ہے اور جو دوسرا پہلو اختیار کرے وہ فیل ہے، بس یہی بنیادی امتحان ہے۔

یہاں پر بھی یہی ہوا کہ پیاس لگی ہوئی ہے لیکن حکم یہ ہے کہ

پانی مت پیو جس نے پانی پی لیا وہ فیل ہوگا اور جس نے پانی نہ پیا وہ پاس ہے اور تھوڑی سی گنجائش بھی دیدی لیکن جب وہ نہر آئی تو انہوں نے کیا کیا؟ اس کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

فَشَرِبُوْا مِنْهُ إِلَّا قَلِيْلاً مِّنْهُمْ ۔(البقرۃ: ۲۴۹)

ترجمہ

''سوائے ان میں سے چند آدمیوں کے باقی سب نے پینا شروع کردیا''۔

سارے غٹا غٹ پانی پینے لگے صرف تین سو تیرہ (۳۱۳) باقی بچے جنہوں نے پانی پینے سے احتیاط کی، کسی نے بالکل نہ پیا، کسی نے چلو بھر سے زیادہ نہ پیا، باقی سب نے اچھی طرح پی لیا، تین سو تیرہ پاس ہوئے باقی سارے (تین سو تیرہ کم ستر ہزار) فیل ہوگئے اور جب انہوں نے خوب پانی پی لیا تو ان کا دل بیٹھ گیا، وہ بزدل ہوگئے، حوصلے ہار گئے، ہمت ہار گئے اور صاف کہنے لگے کہ دشمن سے لڑنے کے لئے اب ہمارے اندر طاقت نہیں رہی، اب ہم کیا دریا پار کریں گے اور کیا دوسرے کنارے جائیں گے اور دشمن سے لڑیں گے ہمارے اندر

طاقت نہیں ہے لہٰذا یہ ہی جہاد کے لئے چلے جائیں جنہوں نے پانی نہیں پیا۔

لڑائی کے میدان میں

جیسے تین سو تیرہ (۳۱۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوۂ بدر کے اندر شریک تھے وہی تین سو تیرہ اس وقت بنی اسرائیل کے اندر تھے جو امتحان میں پاس ہوئے اور جب یہ دریا عبور کر کے دوسری طرف گئے تو جالوت اپنی فوج لئے کھڑا تھا اور صف بندی کر رہا تھا انہوں نے بھی جا کر اپنی صف بندی کی، ان کی تعداد جالوت کے لشکر کے مقابلے میں بہت ہی کم تھی، اس لئے ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا:

لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهٖ (البقرة:۲٤۹)

ترجمہ

''آج تو ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں معلوم ہوتی''۔

ان میں سے جن لوگوں نے کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا کامل بھروسہ تھا، ان کا یقین کامل تھا، انہوں نے ان کو ایسا ''ایمانی جواب'' دیا کہ ان کے ڈگمگاتے قدم ٹھہر گئے، اور جم گئے، اور وہ سب جالوت کے لشکر کے

سامنے عزم و استقلال کا پہاڑ بن گئے، اور پوری جانفشانی کے ساتھ لڑے، انہوں نے جواباً کہا:

"کَم مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً م بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ" الآية۔ (البقرة: ٢٤٩)

ترجمہ:

"بہت سی مرتبہ ایسا ہوا کہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آگئیں اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں"۔

اور جب میدان جنگ تیار ہوگیا اور یہ لوگ جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوگئے تو اس موقع پر انہوں نے یہ دعا کی:

"رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْراً وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ" الآية۔ (البقرة: ٢٥٠)

ترجمہ

یا اللہ! ہمارے اوپر صبر انڈیل دیجیے، اور ہمارے پیروں کو

جما دیجئے اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرمایئے''۔

آج بھی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا دامن پکڑے گا اور ان کی فرمانبرداری کا ہار اپنے گلے میں ڈالے گا، اللہ تعالیٰ کی معیت اس کے ساتھ ہوگی چاہے دنیا میں کچھ بھی ہو رہا ہو۔ چنانچہ ایک طرف کافروں کا لشکر ہے اور ایک طرف مسلمانوں کا لشکر ہے، کافروں کا لشکر مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے ادھر یہ چھوٹی سی جماعت ہے جو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر میدان میں اتری ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس قصے میں حضرت شمویل اور طالوت کے لشکر کے جو احوال مذکور ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تین قسم کے لوگ تھے:

(۱) ناقص الایمان جو امتحان میں پورے نہ اتر سکے اور حد سے زیادہ پانی پی گئے۔

(۲) کامل مؤمن جو امتحان میں تو پورے اترے مگر جالوت کا لشکر جرار دیکھ کر انہیں اپنی عددی قلت کی فکر ہوئی، اگرچہ یہ فکر بعد میں جاتی رہی۔

(۳) اکمل الایمان یعنی وہ لوگ جن کا ایمان سب سے زیادہ کامل تھا، یہ وہ تھے جن کے دل میں نہ تو اپنی قلت کا خیال آیا نہ انہیں یہ فکر دامن گیر ہوئی۔

(بیان القرآن)

بہر حال! یہ ۳۱۳ مؤمنین جن میں کچھ کامل تھے اور کچھ اکمل، سب کے سب صبر و استقامت کے ساتھ جالوت کے لشکر سے ٹکرا گئے، اور انتہائی ثابت قدمی و جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ کی غیبی تائید، اللہ کی فتح و نصرت ظاہر ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمادی، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ.

(البقرة: ۲۵۱)

ترجمہ

''اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان تھوڑے سے مسلمانوں نے جالوت کے لشکر کو شکست دی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا''۔

جالوت کا قتل اور حضرت شمویل علیہ السلام کا انعام

حضرت داؤد علیہ السلام نے میدانِ جنگ میں پوچھا کہ جالوت کون سا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ وہ جو اپنے آدمیوں کی صفیں بنا رہا ہے اس کے چاروں طرف بڑے بڑے بہادر ہیں وہ ہے جالوت، جو کافروں کا بادشاہ ہے تو حضرت داؤد علیہ السلام جو تین پتھر ساتھ لائے تھے ان کو ایک ساتھ ملا کر اور نشانہ لگا کر مارا تو وہ تینوں پتھر اس تیزی کے ساتھ جالوت کی طرف گئے کہ بھیجہ نکالتے ہوئے پار نکل گئے، پیچھے سے یہ دوڑے اور جالوت کے آگے جو دس بارہ آدمی تھے انہیں قتل کرتے کرتے آخر اس کے پاس پہنچے اور اس کی لاش کو کھینچتے ہوئے حضرت طالوت اور حضرت شمویل علیہ السلام کے سامنے لا کر رکھ دیا، سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نے کیسی مدد فرمائی۔

حضرت شمویل علیہ السلام نے جنگ شروع ہونے سے پہلے یہ اعلان کیا تھا کہ جو شخص بھی جالوت کو قتل کرے گا اس کو دو انعام ملیں گے ایک تو میں اپنی بیٹی سے اس کا نکاح کر دوں گا اور دوسرا یہ کہ آدھی سلطنت اس کے حوالے کر دوں گا، حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ کارنامہ

انجام دیا اور جالوت کی لاش لا کر ان کے سامنے ڈال دی تو اسی وقت انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت داؤد علیہ السلام سے کر دیا اور آدھی حکومت بھی ان کو دیدی۔

حضرت داؤد علیہ السلام نبوت اور سلطنت کے جامع

اس کے بعد حضرت طالوت اور حضرت شمویل علیہ السلام چھ یا سات سال زندہ رہے اور پھر ان کے وصال کے بعد پوری سلطنت حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آ گئی اور منجانب اللہ نبوت بھی مل گئی اس طرح حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل میں سب سے پہلے شخص ہیں کہ جن کے پاس سلطنت اور نبوت دونوں جمع ہو گئی تھیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے دو معجزے

اس کے علاوہ اللہ پاک نے حضرت داؤد علیہ السلام کو دو معجزے عطاء فرمائے تھے ایک یہ کہ لوہا ان کے لئے نرم فرما دیا تھا[1] یعنی اسٹیل ان کے ہاتھ میں آتے ہی ایسا ہو جاتا تھا کہ جیسے ہمارے

---

[1] چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ''وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ه اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ'' ۔الآیۃ (سورۃ السبا ۱۰۔۱۱)

ہاتھ میں موم نرم ہوتا ہے کہ اس موم کو توڑ موڑ کر جو چاہو بنا لو، حضرت داؤد علیہ السلام اس لوہے سے زرہیں اور زنجیریں بناتے تھے اور دوسرا معجزہ اللہ پاک نے ان کو یہ عطا فرمایا تھا کہ ان کو پرندوں کی بولی سمجھنے کی طاقت دی ہوئی تھی وہ سمجھتے تھے کہ کوا کیا بول رہا ہے، فاختہ کیا بول رہی ہے، بلبل کیا بول رہی ہے، کبوتر کیا کہہ رہا ہے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ پاک نے زبور پڑھنے کا ایسا بہترین عمدہ شیریں لہجہ عطاء فرمایا تھا کہ جس وقت آپ زبور پڑھتے تھے تو آپ کے ساتھ ساتھ چرند، پرند حیوانات سارے جھوم جاتے تھے۔

اس واقعہ سے حاصل ہونے والا سبق

یہ واقعہ کتنا عجیب وغریب ہے لیکن اس میں اول تا آخر ایک ہی سبق ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک انجام دیکھو جب وہ نافرمان ہوئے تو قوم عمالقہ ان کے اوپر غالب آگئی ان کو غلام، باندی بنایا ذلیل وخوار کر دیا۔ دوسرا جب انہوں نے توبہ کی حضرت شمویل علیہ السلام کی تابعداری اختیار کی، توحید پر قائم ہو گئے اور جہاد کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی کھوئی ہوئی عزت دوبارہ بحال کر دی، اس میں

پوری امت مسلمہ کے لئے یہ سبق ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ جو دنیا کی بدترین قومیں ہیں، جب مسلمان شریعت کے پابند تھے تو یہ ان کی غلام تھیں آج مسلمان ان کے غلام بنے ہوئے ہیں، یہ مسلمانوں کی تِکّہ بوٹی کررہے ہیں، ان کی عزت، ان کی آبرو، ان کا ملک، ان کی طاقت وقوت سب اپنے قبضے میں لے رہے ہیں، اور یہ سب کچھ ہر ملک میں ہورہا ہے ساری دنیا کے مسلمان ان کے سامنے غلام بنے ہوئے ہیں، مسلمانوں کی کوئی طاقت نہیں ہے، کوئی قوت نہیں ہے، کوئی ہیبت نہیں ہے، کوئی رعب نہیں ہے، جو چاہے وہ مانگ رہے ہیں اور یہ بیچارے دینے کے لئے تیار ہیں، جو وہ کروارہے ہیں یہ چارو ناچار کرنے کے لئے تیار ہیں، بس ان کو ڈالر ملتے رہیں، یہ تو بس پیسے کے پجاری ہیں، اس دنیا کی محبت نے، مال کی محبت نے نہ ان کی عزت رکھی، نہ ان کا وقار رکھا، نہ ان کا رعب رہا، نہ ان کی کوئی قوت و طاقت رہی، نہ ان میں اتفاق واتحاد رہا، دنیا کے انتہائی بزدل لوگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، یہ ذلت، یہ پستی، یہ خواری، یہ تباہی و بربادی کیوں ہے؟ اس کی وجہ وہی ہے جو شروع میں عرض کی کہ کونسا گناہ ہے جو ہم

نے چھوڑ رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اللّٰہَ لا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِھِمۡ" (سورۃ الرعد: نمبر۱۱)

ترجمہ

بے شک اللہ کبھی بھی کسی قوم کے حالات کو نہیں بدلا کرتے جب تک کہ وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں"

لہٰذا جب ہم بدلیں گے تو ہمارے یہ حالات بھی بدلیں گے، ہمارے دشمن زیر ہوں گے اور ہم کو دنیا میں اور آخرت میں عزت ملے گی اور اگر ہم چاہیں کہ اسی طریقے سے حبِ دنیا کے اندر مبتلا رہیں، ہماری عورتیں بے پردہ رہیں اور ننگی رہیں، جھوٹ بولا جاتا رہے، غیبتیں ہوتی رہیں، رشوت عام رہے، سود عام رہے اور وہ سارے کبائر بدستور ہوتے رہیں جن کی طرف میں نے شروع میں اشارہ کیا تھا تو پھر اس کا انجام سوائے ذلت کے، سوائے تباہی اور پریشانی کے کچھ نہیں ہے، ہر آدمی انفرادی طور پر بھی انتہائی پریشان ہے، اجتماعی طور پر بھی انتہائی پریشان ہے پھر اب کیا کریں؟ بس وہی کریں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ہماری ذمہ داری

اب اگر یہ کہا جائے کہ لوگ تو کرتے نہیں، ہم کیا کریں؟ قوم جیسا کرے گی ویسا ہی بھرے گی قوم کے افراد تو ہم ہی ہیں اب انفرادی طور پر بھی ہم جیسا کریں گے ویسا بھریں گے ،لہٰذا انفرادی طور پر ہم سب مکلّف ہیں، جب مکلّف ہیں تو بس جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں اس سے عبرت لیں ، یہ انتہائی فتنے کا دور ہے، اس وقت ہمیں چاہئے کہ جتنی جلدی ہو سکے ہم اپنے ظاہر کا بھی جائزہ لیں اور اپنے باطن کا بھی جائزہ لیں اور ہمیں اپنے اندر جتنے گناہ نظر آتے ہیں ان میں سے جو گناہ ہم فوری طور پر چھوڑ سکتے ہیں وہ فوراً چھوڑ دیں اور جو نہیں چھوڑ سکتے تو ان گناہوں کا اقرار کریں اللہ تعالیٰ کے سامنے اعتراف کریں، اللہ تعالیٰ کے سامنے اقراری مجرم بنیں اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں کہ یا اللہ میں اسے گناہ سمجھتا ہوں، حرام و ناجائز سمجھتا ہوں لیکن میں ایسے کمزور ایمان والا ہوں کہ یا اللہ میں چھوڑنا چاہتا ہوں لیکن چھوڑ نہیں پاتا، آپ میرے ایمان کو قوی فرما دیجئے ،مضبوط فرما دیجئے مجھے ایسا حوصلہ اور ہمت دے دیجئے کہ یہ گناہ میرے سے چھوٹ جائے ،آپ میری مدد فرمائیے۔ اور تقویٰ اختیار کریں، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ،تابعداری

کو اختیار کریں اور اپنائیں تو بھئی انفرادی طور پر ہی ہمارا حال بہتر ہو جائے گا اور اجتماعی سطح پر جو بھی مصیبتیں اور تکلیفیں ہیں ان سے بھی ہم بچ جائیں گے، ارے بھئی! ستر (۷۰,۰۰۰) ہزار میں سے تین سو تیرہ (۳۱۳) کامیاب ہوئے اگر وہ تین سو تیرہ بھی یہ کہتے کہ تین سو تیرہ کم ستر ہزار تو یہ کر رہے ہیں اب ہم کیا کریں؟ لو ہم بھی پانی پی لیتے ہیں تو جیسے وہ نہ بچے یہ بھی نہ بچتے۔

یہی ہمارے لئے سبق ہے کہ کوئی بچے یا نہ بچے، کوئی چھوڑے یا نہ چھوڑے ہم تو اس حرام زندگی سے، اس ناپاک زندگی سے، ان گناہوں سے، ان کبائر سے جن کو ہم اپنی آنکھوں سے چاروں طرف پھیلتا ہوا دیکھ رہے ہیں، ان سے اپنے دامن کو بچائیں گے، اپنے آپ کو بچائیں گے، اپنے گھر والوں کو بچائیں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو ان تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق دیں، تقویٰ کی دولت سے مالا مال فرمائیں اور دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائیں (آمین)۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

☆☆☆

خوشخبری

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم

کی پراثر مفید اور نایاب کتب جو ہر گھر کے لیے نہایت نافع اور ضروری ہیں، عمدہ ٹائٹل، اعلیٰ طباعت و کتابت اور بہترین کاغذ کے ساتھ اب مکتبۃ الاسلام کراچی سے براہ راست دستیاب ہیں

- توبہ واستغفار
- حیات ووفات
- گانا سننا اور سنانا
- وضو درست کیجئے
- اپنی اصلاح کیجئے
- چھ گناہ گار عورتیں
- نماز فجر میں کوتاہی
- ٹی وی اور عذاب قبر
- طلاق کے نقصانات

- مروجہ قرآن خوانی کی شرعی حیثیت
- حلال کی برکت اور حرام کی نحوست
- مثنوی کی سبق آموز حکایت
- موت کے وقت کی بدعات
- نماز کی بعض اہم کوتاہیاں
- اصلاحی بیانات جلد ۱ تا ۸
- رسول ﷺ کی نصیحتیں
- توہین رسالت کا انجام
- پریشانیاں اور انکا علاج

مکتبۃ الاسلام کراچی